مطبوعات

دین اور اس کی حقیقت تالیف ڈاکٹر عبدالجبار خیری صاحب ضخامت ۴۲۰ صفحات قیمت عہ
پتہ :- غرفہ، پہاڑی املی، دہلی ۔

اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے دین کے معنی اور ماہیت کی تشریح کرنے کے بعد نہایت معقول اور مضبوط دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ دین صرف اسلام ہے، اور اس وقت دنیا میں جتنے مذاہب پائے جاتے ہیں ان میں سے کسی پر لفظ دین کا اطلاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان میں سے کسی میں وہ شرائط نہیں پائی جاتیں جو کسی مذہب کے "دین" ہونے کے لیے ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے صحیح علمی طریق پر دین کو جانچنے کے لیے پہلے ایک معیار تنقید متعین کیا ہے، پھر ہندو، جین، بدھ، سکھ، آریہ، پارسی، یہودی اور عیسائی مذاہب میں سے ایک ایک کو اس کسوٹی پر جانچ کر کھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ اور آخر میں اسلام کو اس کسوٹی پر کس کر یہ دکھایا ہے کہ اس دین میں ایک ایک امر تنقیح طلب کا پورا جواب ملتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اگرچہ دہلی کے باشندے ہیں مگر ان کی عمر کا بہت بڑا حصہ ہندوستان سے باہر گزرا ہے اس لیے ان کو اُردو زبان پر وہ قدرت حاصل نہیں رہی ہے جو ان مضامین کو بیان کرنے کے لیے ضروری ہے۔ بکثرت مقامات پر عبارات کی بے ربطی اور بیان کی کوتاہی صاف محسوس ہوتی ہے۔ بہت سی جگہ مضامین کی غیر ضروری تکرار ہے کہیں کہیں غیر متعلق مباحث بیچ میں آکر بیان کی منطقی ترتیب میں خلل ڈال دیتے ہیں۔ یہ کمزوریاں اگر نہ ہوتیں تو کتاب کی قوتِ تاثیر بہت بڑھ جاتی۔

فاضل مصنف نے اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یورپ اور ہندوستان کے بہت سے لوگوں کی رائیں اس کثرت سے نقل کی ہیں کہ کتاب کا ایک بڑا حصہ ان کی نذر ہو گیا ہے یہ چیز

ہماری نگاہ میں بُری طرح کھٹکتی ہے۔ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت بالا و برتر ہیں کہ ان کو کسی غیر مسلم کے سرٹیفکیٹ یا شہادت (TESTIMONIAL) کی حاجت ہو جس اندھے کو قرآن اور سیرت محمدیؐ میں نور حق نظر ہی نہ آیا، یا جس بندۂ ہوس نے حق کو حق جاننے کے باوجود اس کا اتباع کرنے کی جرأت نہ کی، وہ کہاں اس قابل ہو سکتا ہے کہ اللہ کے دین اور اس کے نبی کے متعلق اس کی رائے کو کوئی وزن دیا جائے۔

مضامین محمد علی (حصہ اوّل) | مرتبہ محمد سرور صاحب استاذ تاریخ اسلام، جامعہ ملیہ، دھلی ضخامت ۵۰۹ صفحات مجلد بجلد نفیس۔ قیمت عہ ۔ مکتبہ جامعہ، دھلی۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد مسلمانوں کی تاریخ دو دوروں پر تقسیم کی جا سکتی ہے پہلا دور سر سید احمد خاں کا دور ہے جس میں مسلمان، ایک مسلک اور ایک مشن رکھنے والی جماعت کے بجائے محض ایک "قوم" بن کر رہ گئے اور اس قوم کی پالیسی یہ قرار پائی کہ اپنی دنیا بنانے کے لیے وقت اور موقع کے لحاظ سے جو طریقہ کارگر نظر آئے بے تکلف استعمال کیا جائے۔ اگرچہ نام پھر بھی اسلام اور مسلمان ہی کا لیا جاتا تھا مگر جو ذہنیت اس دور میں کارفرما تھی اس کا عطر حالی نے اپنے اس مصرع میں کھینچ کر رکھ دیا ہے کہ "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی"۔ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ زمانہ میں یہ دور اپنی عمر طبعی کو پہنچ گیا اور اس کے بعد اسی کے بطن سے ایک دوسرا دور پیدا ہوا جسے محمد علی، ابوالکلام اور اقبال کا دور کہنا چاہیے یہ دور متضاد اور بے جوڑ عناصر کا ایک ایسا عجیب مجموعہ تھا جس کے مختلف اجزاء میں کوئی منطقی ربط نہ تھا اور اسی لیے آخر وقت تک ان کی ترکیب سے کوئی متحد المزاج نظام فکر و عمل نہ بن سکا۔ ایک طرف تو اس دور میں وہ اسلامی شعور جو دور اول میں موت کے قریب پہنچ چکا تھا از سر نو بیدار ہوا اور لوگ اسلام کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے لگے، مگر دوسری طرف وہ "مسلم قومیت" جو دور اول میں پیدا ہوئی تھی ترقی کر کے "مسلم قوم پرستی" میں تبدیل ہو گئی، اور اس دور کے رہنما آخر وقت تک اسلام اور مسلم قوم پرستی کے اصولی فرق کو نہ سمجھ سکے۔ ایک طرف اسلام کا نظریۂ اجتماع اور تصور حکومت واضح صورت میں لوگوں کے

سامنے آیا، اور دوسری طرف اُس بے معنی خلافت کی حمایت بھی کی گئی جس پر اسلامی اصطلاح "خلافت" کا اطلاق کسی طرح نہ ہو سکتا تھا، اُس ہندوستانی سوراج کے اندر اپنی جگہ بھی تلاش کی جاتی رہی جس کا بنیادی نظریہ اسلام کے نظریۂ سیاسی سے کوئی دُور کی نسبت بھی نہ رکھتا تھا، اُس غلط جمہوریت کو بھی تسلیم کر لیا گیا جو اسلام کے تصور جمہوریت سے کلیتہً و اصولاً مختلف تھی۔ پھر ایک طرف تو اس دور میں خالص اسلامی آئیڈیلیزم کی جھلک نظر آتی ہے، اور دوسری طرف ماحول کو سازگار بنانے کے بجائے خود ماحول سے سازگار بننے کی کمزوری بھی پائی جاتی ہے، اور تمام دماغی و عملی قوتیں وقتی و ہنگامی حالات کے لحاظ سے پالیسیاں بنانے اور بدلنے میں صرف کر دی جاتی ہیں۔ غرض یہ ایسی پراگندہ خیالی اور ایسے خلط مبحث کا دور تھا جس کی الجھنوں میں آخر وقت تک مسلمان اصولی حیثیت سے یہ طے نہ کر سکے کہ ہم فی الواقع ہیں کیا اور ہمیں اس سرزمین میں اپنی کس حیثیت کو قائم کرنے کے لیے مجاہدہ کرنا چاہیے۔ یہ دَور اپنے دو لیڈروں کی وفات اور تیسرے لیڈر کی شخصیت کے انقلاب تام سے اختتام کو پہنچ چکا ہے اور ابھی کوئی تیسرا دَور کم از کم اتنی واضح امتیازی خصوصیات کے ساتھ شروع نہیں ہوا ہے کہ اس کے مزاج کی تشخیص کی جا سکے۔ بہرحال جو دَور بھی پیدا ہو گا اس کا گہرا تعلق اپنے قریب ترین ماضی سے ضرور رہے گا اور اس کے مسائل کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہو گا کہ سابق کا دَور جن معماروں کے ہاتھوں سے بنا تھا اُن کو، اور اُن کے خیالات اور اُن کے نقشوں کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

پروفیسر محمد سرور صاحب نے یہ ایک بڑی خدمت انجام دی ہے کہ دَور دوم کے فاتح، مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کے مضامین مرتب کر کے شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابوالکلام اور اقبال اس دَور کے دماغ تھے مگر محمد علی اس کا دل تھا اور بڑا ہی متحرک دل۔ اُس کے اندر وضع احتیاط مفقود تھی، اس وجہ سے ہم اس کی تحریروں میں اُس کی شخصیت کو بالکل بے پردہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی سیرت، اس کے خیالات، اس کے عزائم، اس کے منصوبے، اور وہ طرزِ خاص جس سے وہ اپنے

پیش نظر مسائل کو سمجھتا اور حل کرتا تھا، سب کے سب آئینے کی طرح ہمارے سامنے آجاتے ہیں، اور اس روشنی میں ہم معاملات اور مسائل اور ذہنیتوں کے اُس ورثہ کو بڑی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو اپنے ماضی قریب سے ہمیں ملا ہے۔

دنیا کی کہانی | پروفیسر محمد مجیب صاحب۔ ضخامت ۲۲۷ صفحات۔ قیمت عہ مکتبہ جامعہ دہلی

یہ فاضل پروفیسر کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے آل انڈیا ریڈیو کی فرمائش پر تیار کی تھیں۔ ان میں دنیا کے آغاز سے لے کر اس زمانہ تک انسان اور انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء کو دلچسپ کہانی کے انداز میں بیان کیا ہے۔ نوجوان طلبہ کو تاریخ تمدن سے آگاہ کرنے کے لیے یہ ایک عمدہ مجموعہ ہے۔

اسلام کی تہذیب کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ "اسلام نے دولت کو امانت قرار دیا ہے اور جماعت جب چاہے اس دولت کو واپس لے سکتی ہے یا اسے نئے سرے سے تقسیم کر سکتی ہے"۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جماعت جب چاہے ایک سے زیادہ شادی کرنے کی ممانعت کر سکتی ہے"۔ اور یہ کہ "ہندوستان میں پردے کی جو رسم قائم ہوئی اس کے لیے اسلامی قانون میں کوئی سند نہیں"۔ یہ سب بیانات غیر صحیح ہیں۔ ایک محقق سے ہم بجا طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ جن امور کے متعلق اس کے پاس ذرائع معلومات نہ ہوں اُن پر قطعی رائے ظاہر کرنے سے وہ اجتناب کرے گا۔

انتخاب الہلال | ضخامت ۲۵۶ صفحات قیمت مجلد عہ۔ غیر مجلد عہ۔ پتہ: دلبستان، چابک سواراں اسٹریٹ لاہور

یہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بعض ان مضامین کا مجموعہ ہے جو الہلال کے دور اول میں شائع ہوئے تھے۔ مرتب نے جن جن مضامین کو پسند کیا انہیں جمع کر دیا ہے، کوئی خاص ترتیب ان کے پیش نظر نہ تھی۔ ضرورت ہے کہ مضامین محمد علی کی طرح مضامین آزاد کو بھی باقاعدہ ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے۔